عرب و عجم میں مقامِ اقبالؒ

ڈاکٹر مظہر معین☆

علامہ محمد اقبالؒ (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء) کی شخصیت و خدمات اور فکروفن پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اور مشرق و مغرب کے مسلم و غیر مسلم اہل علم و دانش نے ان کے مقام و مرتبہ کا بلا حیل و حجت اعتراف کیا ہے۔ ان کی حیات و افکار پر دنیا کی مختلف اہم زبانوں میں بے شمار تصانیف و خطبات ' تحریر و تقریر میں پیش کئے جا چکے ہیں۔ اور ان کے اردو ' فارسی کلام کا دنیا کی بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ جن میں مغربی زبانوں کے علاوہ عربی' فارسی اور ترکی زبان ' عالم اسلام کے حوالہ سے بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

اقبال نے اپنی شخصیت اور کلام کے ذریعے برصغیر پاک و ہند کے علاوہ عرب و عجم سمیت پورے عالمِ اسلام میں احیائے اسلام و اتحاد امت کی روح پھونکنے اور اسے اغیار کی فکری و سیاسی و عمومی غلامی سے آزاد کرانے میں فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے۔ لہٰذا جہاں ایک طرف مفکر و فلسفی نیز شاعر مشرق و انسانیت ہونے کے ناطے غیر مسلم دنیا کے عظیم مفکرین و دانشوران و عامتہ الناس نے بڑے پیمانے پر اقبال سے متاثر ہوتے ہوئے انہیں اپنے اپنے انداز میں خراج عقیدت پیش کیا ہے ' وہیں عالم اسلامی کے علماء و مفکرین و ابنائے امت نے بھی بکثرت ان کی تعظیم و تجلیل کا حق ادا فرمایا ہے۔ اس حوالہ سے عربی ' فارسی اور اردو دان اقوام و ممالک اسلامیہ خصوصی شرف و امتیاز کے حامل ہیں۔ چنانچہ اس مقالہ میں اختصار کے ساتھ عرب و ایران و افغانستان نیز پاک و ہند کے ممتاز علماء و مفکرین اور ادباء و محققین کے اقوال و آراء کی روشنی میں شخصیت و مقام اقبال کی علمی و ادبی تصویر کشی کی گئی ہے' تاکہ

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر' شعبہ عربی' جامعہ پنجاب لاہور' پاکستان

اہل نظر بالخصوص نسل نو سے تعلق رکھنے والے افراد متفرق و منتشر علمی و ادبی معلومات کا مربوط تحقیقی مطالعہ کر کے شخصیت و مقام اقبال کے صحیح فہم و ادراک میں مدد حاصل کر سکیں۔ واللہ الموفق۔

عبقری مصر و عرب و اسلام ' ادیب و شاعر و ناقد ' عباس محمود العقاد (۱۸۸۹ء-۱۹۶۴ء' مصر) کی عربی زبان میں بکثرت اسلامی و ادبی تصانیف نے عالم عرب و اسلام کو وسیع پیمانے پر متاثر کیا ہے:۔

(أللّه ' أبو الانبياء ابراهيم' عبقرية موسى' عبقرية المسيح' عبقرية الرسولﷺ عبقرية الصديق' عبقرية عمر' عبقرية ذى النورين' عبقرية الإمام على' عبقرية خالد' عائشة الصديقة' معاوية بن ابى سفيان' عمرو بن العاص' ابو الشهداء الإمام الحسين' الاسلام فى القرن العشرين' وغيره) .

عقاد' علامہ اقبال کو بحیثیت "مصور پاکستان" خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

" كانت الباكستان حلماً من أحلام إقبال منذ ربع قرن من الزمن' فأصبح الحلم اليوم دولة تضم بين جوانحها مائة مليون من النفوس، يترجمون ذلك الحلم الرائع كل يوم إلى أعمال وآمال.

وهكذا تكون العظمة التى تحيينا و يحق علينا أن نتنكرها بالتحية والإحياء عظمة صوفى يعمل ' وعظمة عامل يتصوف۔

عظمة عالم يثير النفوس بالأحلام ' وليس بحالم فى منام' أو قاعد محفل من الزحام:

وإذا وجب للعظماء حقهم فى كل زمن' وإذا كان هذا الحق أوجب ما يكون على الشرق فى هذا الزمن' وإذا نظرنا حولنا نبحث عن مثال... فذلك المثال هو إقبال وذكرى إقبال" ۔(۱)

ترجمہ: پاکستان ربع صدی سے اقبال کے خوابوں میں سے ایک خواب تھا۔ پس آج یہ خواب ایک ایسی مملکت کا روپ دھار چکا ہے جو دس کروڑ انسانوں پر محیط ہے۔ اور ہر روز ان

کی امنگیں اور کارنامے اس خواب کی تعبیر پیش کر رہے ہیں۔ یہی وہ عظمت انسانی ہے جو ہمارے لئے حیات بخش ہے۔ اور ہم پر لازم ہے کہ ہم اسے سلام پیش کرتے ہوئے اس کی یاد تازہ رکھیں۔

ایک ایسے صوفی کی عظمت جو میدان عمل میں ہے۔ اور ایک ایسے مردِ میدان کی عظمت جو صوفی ہے۔ ایک ایسے عالم کی عظمت جو خواب دکھا کر دلوں میں جوش و جذبہ ابھارتا ہے۔ مگر اس کے خواب کسی سوئے ہوئے شخص کے خواب نہیں۔ اور نہ ہی وہ کسی بھری محفل میں بیٹھا خمار آلود ہے۔

اگر ہر دور میں عظیم لوگوں کا حق پہچانا لازم ہے ' اور اگر یہ حق شناسی اس دور میں مشرق پر لازم تر ہے ' اور ہم اپنے ارد گرد اس عظمت کی مثال تلاش کرتے ہوئے نظر دوڑائیں' تو یہ مثال' اقبال و یاد اقبال کی صورت میں موجود ہے۔

نور بصارت سے محروم مگر نور بصیرت سے آراستہ نابغہ عرب ڈاکٹر طہ حسین (۱۸۸۹ء-۱۹۷۳ء' مصر) کی عظیم الشان علمی و دینی و ادبی تصانیف و خدمات نے عالم عرب و اسلام و مغرب پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ (مؤلف "الشیخان"۔ "الفتنة الكبرى"۔ "الوعد الحق"۔ "الأيام"۔ "مع أبي العلاء في سبحنه"۔ "في الأدب الجاهلي"۔ وغیرہ)۔

علامہ اقبال اور معروف عرب نابینا شاعر ابو العلاء المعری کا تعارف کراتے ہوئے طہ حسین رقمطراز ہیں:۔

شاعران إسلاميان رفعا مجد الآداب الإسلامية إلى الذروة ' وفرضا هذا المجد الأدبي الإسلامي على الزمان' أحدهما إقبال شاعر الهند والبلكستان ' وثانيهما أبو العلاء شاعر العرب"۔ (۲)

ترجمہ: دو اسلامی شاعر ایسے ہیں جنہوں نے اسلامی ادبیات کی عظمت کو اوج کمال تک پہنچا دیا۔ اور اس ادبی اسلامی عظمت کو زمانے سے منوا لیا۔ ان میں سے ایک پاک و ہند کے شاعر' اقبال ہیں اور دوسرے شاعر عرب ' ابو العلاء المعری۔

سابق مصری سفیر اور ممتاز محقق و ادیب ' استاذ عبدالوہاب عزام نے اپنی محنت شاقہ سے کلام اقبال کے عربی تراجم پیش کر کے عالم عرب کو وسیع پیمانے پر اقبال سے روشناس

کرایا ہے۔ عالم عرب پر ان کے اس احسان عظیم کا ذکر کرتے ہوئے طہ حسین یوں محو کلام ہیں:-

"أفنى الأستاذ الصديق عبدالوهاب عزام وقتاً كبيراً ' وبذل جهداً عظيماً ' وقدم إلينا حياة إقبال و طائفة من شعر إقبال۔ وهو ماض في ترجمة ما بقي من شعره۔ فنحن مدينون له بكل ما نعرفه عن إقبال باللغة العربية۔ وسيزداد هذا الدين شيئاً كلما أضاف إلى تراجمه التي بين أيدينا ترجمة أخرى۔ وأحب أن نكون أوفياء وأن نكون كراما على أنفسنا۔ وأول حقوق الكرامة هو أن نعرف الحق لأهله' وأن نذكر إقبال أداء لما علينا جميعاً من دين۔ فهو الذي دعانا إلى الخير وأشاع فينا هذا الأمر بأن نعرف أنفسنا و حقوقنا و نجاهد في سبيل الحق والخير والجمال"۔(۳)

ترجمہ: ہمارے دوست استاذ عبدالوہاب عزام نے بہت سا وقت صرف کر کے اور بڑی محنت و مشقت کے بعد ہمارے لئے اقبال کی زندگی نیز اقبال کی شاعری کا ایک حصہ عربی میں ترجمہ کر کے پیش فرمایا ہے۔ اور وہ باقیماندہ کلام اقبال کا بھی ترجمہ کئے چلے جا رہے ہیں۔ پس عربی زبان میں ہم اقبال کے بارے میں جتنے سرمائے سے واقف ہیں' اس کے لئے ہم عزام کے احسان مند ہیں۔ اور جوں جوں وہ اپنے موجودہ تراجم اقبال میں مزید ترجموں کا اضافہ کرتے چلے جائیں گے' ہم پر ان کے قرض و احسان کا بوجھ بڑھتا جائے گا۔

میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنی ذات کے حوالہ سے باوفا و باعزت قرار پائیں۔ پس حقوق شرف و عزت میں سے اولین یہ ہے کہ ہم اہل حق کا حق پہچانیں اور اقبال کے اس قرض کو ادا کرنے کے لئے اس کی یاد منائیں جو ہم سب کے ذمے ہے۔ کیونکہ وہی ہے جس نے ہمیں خیر کی دعوت دی' اور ہمارے درمیان اس امر کی اشاعت کی کہ ہم اپنی ذاتوں اور حقوق کو پہچانیں ' اور حق' خیر اور جمال کی راہ میں جہاد کریں۔

معروف مصری محقق و مؤرخ الاستاذ احمد حسن الزیات (مؤلف "تاریخ الادب العربی" وغیرہ) عرب شاعر ابو العلاء المعری اور جرمن فلسفی شاعر "نطشے" جیسے اہل فکر و فلسفہ کے مقابلہ میں فلسفہ اقبال کی عظمت و انفرادیت ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

" وما كان إقبال إلا بضعة من طبيعة الهند المؤمنة نفخ فيها الإسلام من روحه' فصفت

صفاء القطرة وخلصت خلوص الحق وسطعت سطوع الهدى ثم تبلورت فيها برهمية الهند الموروثة و محمدية العرب المكسوبة فكان منهما فلسفة شعرية فريدة لا هى عدمية مترددة شلكية كفلسفة "المعرى" ولا هى وجودية ملحدة قاسية كفلسفة "نتشه". وإنما هى الإسلامية الموحدة المؤلفة السمحة كما أوحاها الله بروحيتها النابغة من القلب الشاعر بآلام الأرض وماديتها الصادرة عن العقل بإلهام السماء" ۔(۴)

ترجمہ: اقبال ' ہند کی مؤمنانہ فطرت و طبیعت کا ایک ایسا جگر گوشہ تھے جس میں اسلام نے اپنی روح پھونک دی۔ پس وہ قطرے کی طرح صاف شفاف اور حق خالص کی مانند خالص ہو کر نور ہدایت کی طرح چمکنے لگی۔ پھر اس میں ہند کی موروثی برہمنیت اور عرب کی کسب شدہ محمدیت شفاف بلوری شکل اختیار کر گئی۔ اور ان دونوں کے ملاپ سے ایک ایسا منفرد شعری فلسفہ وجود میں آیا جو نہ تو معری کے فلسفہ کی طرح عدمیت و تردد و تشکیک کا حامل تھا' اور نہ ہی نطشے کے فلسفہ کی مانند متشددانہ ملحدانہ وجودی فلسفہ تھا۔ بلکہ وہ وحدت و الفت و سماحت کا حامل ایک ایسا اسلامی فلسفہ ہے ' جیسا کہ اللہ نے زمین کے آلام و مصائب کا شعور رکھنے والے دل سے جنم لینے والی روحانیت اور آسمانی الہام کے عقل و فہم سے وجود پذیر مادیت کے امتزاج سے وحی فرمایا ہو۔

استاذ زیات "حسانؓ" کو "شاعر رسولؐ" اور اقبال کو "شاعر رسالت محمدیہ" قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"فإذا كان حسان شاعر الرسول فإن إقبال شاعر الرسالة. وإذا كان لحسان من نازعه شرف الدفاع عن محمد فليس لإقبال من ينازعه شرف الدفاع عن المحمدية. وشتان بين من يمجد الداعى الأكبر عن عصبية ومن يمجد الدعوة الكبرى عن عقيدة. وإذا كان فى الشعراء الصوفيين من عطر مجالس الذكر بفضائل الإسلام وشمائل النبوة فليس فيهم من بلغ مبلغ إقبال فى فقه الشريعة وعلم الحقيقة والتأمل الفلسفى فى كتاب الله والنظر العلمى فى كلام الرسول والجمع بين قديم الشرق وجديد الغرب فى قوة تمييز و سلامة فهم وصحة حكم"۔(۵)

ترجمہ: اگر حسانؓ شاعر رسولؐ تھے ، تو اقبالؒ شاعر رسالت ہیں۔ اور اگر حسان کے شرف

دفاع محمدؐ میں دیگر اصحابؓ بھی شریک تھے ، تو اقبال کے شرف دفاع محمدیت میں کوئی ان کا ہمسر نہیں۔ اور جو داعی اکبر کی عظمت عرب ہوتے ہوئے بیان کرے' تو اس میں اور اس شخص میں بڑا فرق ہے جو محض عقیدہ کی بناء پر دعوت کبری کی عظمت سے گن گائے۔ نیز اگرچہ صوفی شعراء کے کلام میں فضائل اسلام اور شمائل نبوت سے بھرپور مجالس ذکر کا عطر ہے ' مگر ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو قوت امتیاز ' سلامتی فہم اور درستگی فیصلہ کی صفات کے ہمراہ شریعت کی سمجھ بوجھ ' علم حقیقت 'کتاب اللہ میں فلسفیانہ تدبر' کلام رسول میں عالمانہ غوروفکر اور مشرق و مغرب کے قدیم و جدید کے امتزاج و یکجائی کے معاملہ میں اقبال کے مقام و مرتبہ تک پہنچ پایا ہو۔

ممتاز مصری محقق و مؤلف دکتور محمد حسین ہیکل (مؤلف "ثانی اثنین ابو بکرؓ" وغیرہ) جن کی عظیم الشان علمی و ادبی تصانیف عالم عرب و اسلام میں محتاج تعارف نہیں ' اقبال کے فکر و فلسفہ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

" ومن حق إقبال أن ينكره فى مثل هذا اليوم كل مسلم بل كل مفكر فى الوجود. فقد طلع هذا الرجل على العالم الإسلامى' وعلى العالم كله' بفلسفة جديدة صاغها شعراً' فإذا هى تهز المشاعر والقلوب' وإذا هى تثير كثيرين من عظماء العالم' فينظرون نظرات إعجاب إلى هذا المسلم الذى ولد فى الهند ونشأ بين أهلها ثم أعلن على الناس فلسفة شعرية سائغة لا تتفق مع الفلسفة الهندية فى شىء' ويستحسن لذلك فى حناياها عالم جديد و دولة جديدة. أما الدولة الجديدة فهى باكستان' وأما العالم الجديد فهو عالم الإخاء الإنسانى فى ظلال التوحيد والإيمان بالذات إيماناً تدفع فيه المحبة إلى العمل والدأب لإنشاء عوالم فكرية جديدة تزيدنا إقبالاً على الحياة وحرصاً على الخلق والإنشاء فيها". (٦)

ترجمہ: اقبال کا یہ حق ہے کہ ایسے یوم (یوم اقبال) میں ہر وجود رکھنے والا مفکر اور مسلمان اس کا ذکر کرے۔ کیونکہ یہ شخص عالم اسلامی بلکہ پوری دنیا میں ایک ایسے جدید فلسفہ کے ساتھ نمودار ہوا جسے اس نے شاعری میں ڈھالا اور پھر قلوب و اذہان اور جذبات و احساسات کو جھنجھوڑنے لگا۔ نیز اس کے فلسفہ نے دنیا کے عظیم لوگوں کی کثیر تعداد کو ایسا جوش و جذبہ

عطا کیا کہ وہ اس مسلمان کی طرف حیرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے جو ہندوستان میں پیدا ہوا اور اسی کے باشندوں کے درمیان پروان چڑھا تھا' مگر پھر اس نے لوگوں کے سامنے ایک ایسے عمدہ شعری فلسفہ کا اعلان کیا جو کسی لحاظ سے بھی فلسفہ ہند سے مطابقت نہیں رکھتا تھا' اور جس کی پنہائیوں کے ادراک و نشوونما کے لئے ایک جدید دنیا اور جدید ریاست ہی مستحسن تھی۔ پس وہ جدید ریاست تو "پاکستان" ہے۔ اور "جدید دنیا" توحید و ایمان بالذات کے سائے تلے قائم عالم اخوت انسانی ہے۔ ایسا ایمان بالذات جس میں محبت ہی اس جہد و عمل کا محرک اصلی ہو کہ جس کا مقصد ایسی جدید فکری دنیاؤں کا قیام ہے جو زندگی کی جانب پیشقدمی میں اضافہ کریں اور ہمیں تخلیق و انشاء کے سلسلہ میں حریص تر بنا دیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ بیس سے زائد ممالک اور بیس کروڑ سے زائد افراد پر محیط عالم عرب کے اقبال شناس علماء و دانشوران نیز متاثرین اقبال کی فہرست طویل تر ہے۔ جن میں عالم عرب کے نمایاں ترین علماء و فضلاء و شعراء و ادباء شامل ہیں۔ مثلاً استاذ عباس محمود العقاد، دکتور طہ حسین ' دکتور عبدالوہاب عزام' دکتور محمد حسین ہیکل' استاذ احمد حسن زیات' دکتور حسین مجیب المصری' دکتور محمد کامل موسیٰ' استاذ فتحی رضوان' دکتور سلیمان حزین' دکتور عثمان امین' دکتور احمد شرباصی' دکتور حسن عیسیٰ عبدالظاہر' دکتور عبدالمعطی بیومی' دکتور عبدالودود شلبی' دکتور سمیر عبدالحمید ابراہیم' شیخ صاوی علی شعلان' دکتور ابراہیم ناجی' دکتور سعد ظلام' استاذ محمود جبر' استاذ محمد مصطفیٰ حمام' استاذ محمد عبدالمنعم ضیف اللہ' استاذ خالد جرنوسی' عزیز اباضہ پاشا' محمد عبدالغنی حسن' عبدالرحمٰن عزمی' عبداللہ شمس الدین' محمود حسن اسماعیل وغیرھم۔ (۷)

"قائد انقلاب ایران امام خمینی (۱۹۰۲ء-۱۹۸۹ء) کے دست راست اور جلیل القدر ایرانی عالم و مؤلف سید مرتضیٰ مطہری (م۱۹۷۹ء ' تہران) علامہ اقبال کو اپنے مخصوص مذہبی پس منظر میں یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:۔

"اگرچہ اقبال رسمی طور پر سنی مذہب رکھتا تھا' لیکن وہ محمدؐ اور اہل بیت کے ساتھ بے پناہ عقیدت رکھتا تھا۔ اس نے ان کی شان میں ایسی انقلابی اور تعلیمی نظمیں لکھیں کہ جو تمام شیعہ شعراء کی فارسی زبان میں شائع شدہ کتابوں میں نہیں ملتیں۔ تاہم اقبال کا منتہائے نظر شاعری کرنا نہیں تھا۔ اس کو اس نے صرف مسلم سوسائٹی کو بیدار کرنے کے لئے

استعمال کیا"۔(۸)

جانشین خمینی و رہبر انقلاب ایران سید علی خامنہ ای جنہیں کلام اقبال کا کثیر حصہ زبانی یاد ہے ' اپنے عظیم الشان مقام و مرتبہ کے باوجود اقبال سے منفرد انداز میں اظہار عقیدت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"مثل کسی کہ سالہا مرید اقبال بودہ'

ودر ذھن خود با اقبال زیستہ است"۔ (۹)

ترجمہ: میری مثال اس شخص کی سی ہے جو برسوں اقبال کا ارادت مند رہا ہو

اور جس نے فکری طور پر اقبال کے ہمراہ زندگی بسر کی ہو۔

مفکر ایران ڈاکٹر علی شریعتی (۱۹۳۳ء-۱۹۷۷ء) جن کی شخصیت و افکار نیز دو سو سے زائد خطبات و تصانیف نے لاکھوں جدید تعلیم یافتہ شیعان ایران کو متاثر کیا' علامہ اقبال کے ایرانی مداحین میں سر فہرست ہیں۔ اقبال کے بارے میں آپ کے مختلف خطبات اور لیکچرز ایک مستقل تصنیف "ما و اقبال" کی صورت میں محفوظ و مقبول ہیں۔ اس اہم تصنیف کے مختلف اقتباسات اقبال کی شخصیت و فکر و کلام کی تعظیم و تجلیل کے سلسلہ میں اہل ایران کے جذبات و تاثرات کی ترجمانی کے سلسلہ میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ علی شریعتی اقبال کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"فیلسوف ' سیاستمدار ' مجاہد ' محقق ' عارف '

اسلام شناس ' شاعر و صاحب فرہنگ غربی و شرقی"۔ (۱۰)

ترجمہ: فلسفی ' سیاستدان ' مجاہد' محقق ' صاحب معرفت'

اسلام شناس' شاعر' تہذیب مغرب و مشرق کا حامل۔

دکتر علی شریعتی مزید رقمطراز ہیں:۔

"اقبال مرد دین و دنیا ' ایمان و دانش' عقل و احساس' فلسفہ و ادب' عرفان و سیاست' خدا و مردم' پرستش و جہاد' عقیدہ و فرہنگ مردِ دیروز' پارسای شب و شیر روز بود"۔ (۱۱)

ترجمہ: اقبال مرد دین و دنیا' ایمان و دانش' عقل و احساس' فلسفہ و ادب' معرفت و سیاست' مرد خدا و انسان تھا۔ اقبال مرد جہاد و عبادت' عقیدہ و ثقافت' ماضی و حال تھا۔ اقبال دن کو

مرد میدان اور شب کو عبادت گزار تھا۔

شخصیت اقبال کے مختلف پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہوئے شریعتی فرماتے ہیں:۔

" اقبال هم مرد تفکر فلسفی است، وهم مرد تفکر علمی، هم عالی ترین تحصیلات امروز دنیا را دارد، وهم مرد سیاست و اندیشیدن بسرنوشت جامعه است۔ مرد عمل است، مرد مبارزه است، مرد شعر است، ادب است، سخن است۔ مرد قبول تعهد های سنگین در برابر جامعه خودش است۔ ومردی است که درهمه ابعاد گوناگوں عالی ترین تجلی را داشته۔ شاعر، فیلسوف، مبارز فکری، مجاهد بیدار سیاسی، اهل خلوت و دعا و تامل های روحی، اهل مبارزه اجتماعی، اهل مبارزه علیه استعمار، اهل بیداری فکری جامعه، اهل احیای فرهنگ و ایمان اسلامی، اهل سخن و ادب است، یعنی مسلمان است۔

ایں آدم خطرناک است هم برای استعمار خارجی وهم برای استعمار داخلی۔ چرا؟ برای اینکه کسانیکه از جهل مردم واز خواب مردم، واز تعصب های تنگ نظرانه بینش عوام تغذیه میکنند، بزرگترین دشمنشاں، دشمنشان رویا روی اسلام نیستند۔ دشمن ایں ها استعمار نیست، دشمن ایں ها کفر نیست، که کفر و استعمار پشتوانه ایں ها است۔ دشمن اینها مسلمانان بیدار کننده و راستین و درستند۔ اقبال ها می توانند عوامل ارتجاعی را نابود کنند۔ اقبال ها می توانند مسلمانانرا بیدار کنند"۔ (۱۲)

ترجمہ: اقبال فلسفیانہ سوچ کا بھی حامل ہے اور علمی فکر بھی رکھتا ہے۔ نیز اس کے پاس عصر جدید کے علوم و سندات بھی ہیں۔ وہ مرد سیاست اور معاشرے کی تقدیر پر غور و فکر کرنے والا بھی ہے اور مرد عمل و مرد میدان بھی۔ وہ مرد شعر و سخن بھی ہے اور اپنے معاشرے کی جانب سے عائد شدہ بھاری ذمہ داریوں کو قبول کرنے والا بھی۔ وہ ایک ایسا فرد ہے جو تمام مختلف النوع اطراف و موضوعات پر اعلیٰ ترین تجلی و روشنی کا حامل ہے۔

اقبال، شاعر، فلسفی، فکری محاذ پر جنگ آزما نیز بیدار مغز سیاسی مجاہد ہے۔ وہ صاحب خلوت و دعا نیز صاحب غوروفکر روحانی ہے۔ وہ معاشرتی میدان میں برسرِ پیکار، سامراج کے خلاف برسر جنگ، معاشرے کی فکری بیداری کا علمبردار، تجدید ایمان اور احیاء تہذیب اسلامی کا نقیب، صاحب ادب و کلام ہے، یعنی مسلمان ہے۔

یہ شخص نہ صرف غیر ملکی سامراج کے لئے' بلکہ داخلی استعمار کے لئے بھی خطرناک ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ وہ لوگ جو عوام کی غفلت و جہالت اور تنگ نظرانہ تعصّبات پر مبنی کوتاہ اندیشی کو غذا فراہم کرتے ہیں' ان کے اصل دشمن وہ دشمنان اسلام نہیں ہیں جو بظاہر مدمقابل نظر آتے ہیں۔ ان کا اصل دشمن نہ تو سامراج ہے اور نہ کفر۔ کیونکہ کفر و استعمار تو ان کا لبادہ اور ڈھال ہیں۔ ان کے اصل دشمن تو وہ بیداری پیدا کرنے والے مسلمان ہیں جو راست باز اور صراط مستقیم پر چلنے والے ہیں۔ صرف اقبال جیسے حضرات ہی رجعت پسند اور رد عمل کی پیداوار عناصر اور ایجنٹوں کو نیست و نابود کر سکتے ہیں۔ اقبال جیسے افراد ہی مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کر سکتے ہیں۔

دکتر علی شریعتی' علامہ اقبال کو اپنے مذہبی آئیڈیل سیدنا علیؓ سے قریب تر پاتے ہیں:-

"من وقتی بہ اقبال می اندیشم "علی گونہ را" می بینم' انسانی رابر گونہ علی' اما بر اندازہ ھای کمی وکیفی متناسب با استعداد ھای بشری قرن بیستم"۔(۱۳)

ترجمہ: جب میں اقبال کے بارے میں غور کرتا ہوں تو وہ مجھے "طرز علی" کا حامل نظر آتا ہے۔ علی کی قسم کا انسان' مگر جو کیفیت و کمیت کے لحاظ سے بیسویں صدی کی بشری صلاحیتوں اور تقاضوں سے مطابقت رکھتا ہے۔

ڈاکٹر علی شریعتی بحیثیت شیعہ بھی اقبال کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "سنی اقبال" جیسا مداح نبوت و اہل بیتؑ خود شیعہ شعراء میں بھی موجود نہیں:-

" از میان ھمہ شعرای امروز شیعی' بزرگترین اثر' عالی ترین اثر' ھم از لحاظ فکر' ھم از لحاظ شدت اخلاص' ھم از لحاظ منطق' ھم از لحاظ اثر ادبی' دیوان و شعر اقبال است۔ دربارۂ خانوادہ پیغمبر اخلاص او ھمیں بس کہ در جامعہ سنی مذھب است و ستایش گر خاندان پیغمبر در اردو زبان است' و سرایندۂ بہترین مدح ھا دربارہ ائمہ شیعہ بہ فارسی"۔ (۱۴)

ترجمہ: عصر جدید کے تمام شیعہ شعراء کے درمیان فکری لحاظ سے بھی اور شدت اخلاص کے لحاظ سے بھی' نیز منطق کے لحاظ سے بھی اور تاثیر ادبی کے لحاظ سے بھی' عظیم ترین اور اعلیٰ ترین شاہکار اقبال کی شاعری اور اس کا دیوان ہے۔ خاندان پیغمبر کے بارے میں اس

کے اخلاص کی یہی دلیل کافی ہے کہ وہ ایک سنی العقیدہ معاشرے کا فرد ہوتے ہوئے اردو زبان میں خاندان پیغمبرؐ کا مدح خوان نیز فارسی زبان میں بھی ائمہ شیعہ کے بارے میں بہترین مدح سرائی کرنیوالا ہے۔

ڈاکٹر علی شریعتی کے نزدیک امت مسلمہ کے ساتھ ساتھ ملت ایران و فرقہ شیعہ پر علامہ اقبال کا خصوصی احسان ہے:۔

" جامعہ شیعہ بیش از جامعہ بزرگ اسلامی غیر شیعہ مدیون ایں مرد است و باید از اوستایش کند۔ چہ او یک شیعہ در جامعہ شیعی نیست کہ ستایش کردن از علی و خانوادہ پیغمبر' و از فاطمہ زہرا' وجھہ عمومی و حیثیت و پول و دستبوسی و محبوبیت برایش پاداش داشتہ باشد۔ دریک جامعہ اہل تسنن زندگی میکند و ستایش گر تشیع است۔ ایں بزرگترین دینی است کہ مابگردن داریم از ایں نویسندۂ بزرگ' از ایں افتخار بزرگ جامعہ اسلامی بخصوص شیعہ "۔(۱۵)

ترجمہ: شیعہ معاشرہ ' وسیع تر غیر شیعہ عالم اسلام سے بھی بڑھ کر اس شخص (اقبال) کا احسانمند ہے۔ اور اسے اقبال کی مدح و ستائش کرنا چاہئیے۔ کیونکہ اقبال کسی شیعہ معاشرے کا ایک شیعہ فرد نہیں کہ علی' فاطمہ زہرا اور خاندان پیغمبر کی تعریف کا اجر و معاوضہ اسے شیعی عوامی مقبولیت و عظمت ' مال و دولت اور دستبوسی و محبوبیت کی صورت میں مل جائے۔ بلکہ وہ تو ایک سنی معاشرے میں زندگی بسر کر رہا ہے اور پھر بھی ستائش گر تشیع (مداح اہل بیتؑ) ہے۔ یہی وہ سب سے بڑا قرض ہے جو اس عظیم لکھاری اور اسلامی معاشرہ کے قابل فخر سپوت کی جانب سے ہم شیعوں کی گردنوں پر ہے۔

عالی مرتبت اقبال شناس ایرانی علماء و دانشوران کا تذکرہ کرتے ہوئے ماہر اقبالیات اور نامور محقق و مؤلف و استاذ فارسی ' ڈاکٹر سید محمد اکرم اختصار و جامعیت کے ساتھ فرماتے ہیں:۔

"استاد سعید نفیسی' استاد ذبیح اللہ صفا' فخر داعی گیلانی' مجتبیٰ مینوی' احمد منزوی' دکتر شفیعی کدکنی' سید غلام رضا سعیدی' فخر الدین حجازی' گلچین معانی' احمد سروش' دکتر سید کمال' حاج سید جوادی' دکتر فرجاد' دکتر اسلامی ندوشن' خیامپور' دکتر محمد حسین تسبیحی' دکتر شہیند خت کامران مقدم' دکتر ابو القاسم رادفر' دکتر علی شریعتی اور رہبر ایران سید علی خامنہ ای۔ وہ بلند

پایہ اقبال شناس ہونے کے ساتھ ساتھ برصغیر میں اسلامی تہذیب کے ارتقاء پر عمیق نظر رکھتے ہیں۔ (۱۶)

ایران کی طرح افغانستان و وسط ایشیاء میں بھی قائد "تحریک اسلامی" افغانستان مولانا منہاج الدین شہید سے لیکر شاعر جہاد افغانستان استاذ خلیل اللہ خلیلی تک ہزاروں علماء و محققین و اساتذہ و مجاہدین کے افکار و اشعار و مجاہدات میں اس اقبال درمند و حق اندیش کی جھلک نظر آتی ہے جس نے کابل کو مفتوحہ دہلی سے بدرجہا برتر قرار دیا۔ بقول ڈاکٹر سید محمد اکرم اکرام:۔

"تاریخ شاهد است کہ ملت افغان باوجود وسائل محدود و شرائط سخت جغرافیائی آزادی و استقلال خویش را بہ ہیچ وجہ از دست نداد۔ وهرگز محکوم و مستعمرہ دیگران نشد۔

علامہ اقبال بہ ھمیں سبب برادران افغان را ہمیشہ ستودہ' و شہر کابل را بر دھلی ترجیح دادہ میگوید:۔

ہزار مرتبہ کابل نکوتر از دلی است

کہ ایں عجوزہ عروس ہزار داماد است"۔ (۱۷)

ترجمہ: تاریخ شاہد ہے کہ افغان قوم نے محدود وسائل اور سخت جغرافیائی حدود و قیود کے باوجود کسی بھی قیمت پر اپنی آزادی و استقلال کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اسی وجہ سے علامہ اقبال نے افغان قوم کی ہمیشہ تعریف کی ہے اور شہر کابل کو دہلی پر ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

کابل دلی سے ہزار گنا بہتر ہے۔کیونکہ یہ بڑھیا(دلی) تو ہزار شوہروں کی دلہن ہے۔(یعنی دہلی کو تو لا تعداد فاتحین نے فتح کیا ہے' جبکہ کابل نے کبھی اغیار کی محکومی قبول نہیں کی)۔

برصغیر کے عالمی شہرت یافتہ عالم دین' مفکر و مؤلف اسلامی ' نادر المثال ادیب عربی' مولانا سید ابو الحسن علی ندوی (رئیس "ندوۃ العلماء" لکھنؤ' ہند) کی لاتعداد عربی اردو تصانیف و خطبات و تراجم ، عالم عرب و اسلام و مشرق و مغرب میں مقبول و معتبر ہیں۔(" ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمين" " من نهر كابول إلى نهر اليرموك" الصراع الفكرى بين

الحضارة العربية والإسلامية فی الأقطار الإسلامية۔ "تاریخ دعوت و عزیمت۔ وغیرہ)۔

آپ کی عربی تصنیف "روائع اقبال" نے اقبال کو دنیائے عرب میں کماحقہ متعارف کرانے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے۔ ۱۷ رمضان ۱۳۵۶ھ/۲۲ نومبر ۱۹۳۷ء کو اپنے پھوپھا سید طلحہ حسنی (سابق استاذ اورینٹل کالج' لاہور' متوفی ۲۲ رجب ۱۳۹۰ھ/۲۵ ستمبر ۱۹۷۰ء' کراچی) اور برادر عزیز مولوی سید ابراہیم حسنی کے ہمراہ لاہور میں اقبال کے دولت کدے پر ان سے تفصیلی ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے علی میاں بیش قیمت افکار اقبال نقل و روایت فرماتے ہیں:۔

"اس صحبت میں ہر طرح کے موضوعات زیرِ بحث آتے رہے۔ سلسلہ گفتگو میں شعر جاہلیت کا ذکر آیا تو اقبال نے اس کی صداقت و واقعیت' اس کے جوش و خروش کا پسندیدگی کے ساتھ ذکر کیا اور "حماسہ" کے بعض اشعار پڑھے۔

وہ کہنے لگے کہ اسلام اپنے پیرووں میں عملیت اور حقیقت پسندی پیدا کرتا ہے' اور ادھر آج کی سائنس بھی حقیقت پسندی اور تخیلات سے گریز میں اسلام سے قریب نظر آتی ہے۔ اسلام کی دو صدیوں میں مسلمانوں میں یہ روح زندہ رہی۔ جس کے نتیجے میں وہ عقیدہ و عمل' سیرت و اخلاق کے جادۂ استوار پر گامزن رہے۔ لیکن یونانی فلسفہ الٰہیات نے مشرق کو مرد بیمار اور بیکار بنا دیا۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ بھی اسی وقت ہوئی' جب اس نے اپنے کندھوں سے فلسفہ ما بعد الطبیعات کا جوا اتار پھینکا اور مفید' نتیجہ خیز علوم کی طرف متوجہ ہوا۔ لیکن اس عہد میں وہ مسائل پیدا ہونے لگے جنہوں نے یورپ کو بھی رجعت پسندی کی لائن پر ڈال دیا۔ انہوں نے کہا کہ عربی مزاج اسلام کے لئے بہت سازگار ثابت ہوا' لیکن عجمی تخیلات نے اسلام پر وہی ظلم کیا جو کلیسا نے یورپ پر کیا تھا۔ مجموعی طور پر آریائی فکر نے دونوں مذہبوں کو کم و بیش اپنی گرفت میں لے لیا۔

آپ نے تصوف کے ذکر میں بعض صوفیہ کے فکری غلو پر تنقید کی اور وجد و سماع کے بارے میں کہنے لگے کہ صحابہ کرامؓ کو بجائے ان خیال آرائیوں کے شہسواری اور جانسپاری میں طرب و اہتزاز اور راحت و مسرت محسوس ہوتی تھی۔

ہندوستان میں اسلام کی تجدید و احیاء کی بات نکلی تو شیخ احمد سرہندیؒ ' شاہ ولی اللہ

دہلویؒ' سلطان محی الدین عالمگیرؒ کی بڑی تعریف کی اور فرمایا کہ میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ اگر ان کا وجود اور ان کی جدوجہد نہ ہوتی تو ہندوستانی تہذیب اور فلسفہ' اسلام کو نگل جاتا۔

پاکستان کے بارے میں فرمایا کہ جو قوم اپنا ملک نہیں رکھتی' وہ اپنے مذہب و تہذیب کو برقرار نہیں رکھ سکتی۔ دین و تہذیب' حکومت و شوکت ہی سے زندہ رہتے ہیں۔ اس لئے پاکستان ہی مسلم مسائل کا واحد حل ہے۔ اور یہی اقتصادی مشکلات کا حل بھی ہے۔ ضمناً انہوں نے اسلام کے نظام زکوٰۃ اور بیت المال کا بھی ذکر کیا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے مستقبل کے بارے میں فرمایا کہ میں نے بعض مسلم والیان ریاست و حکومت کو غیر مسلموں میں تبلیغ کی طرف توجہ دلائی.... اور مسلمانوں میں بھی دعوت کے کام پر زور دیا... اور عربی زبان کی ترقی اور ایک عالمی بنک کے قیام کے بارے میں بھی بات چیت کی.... میرا خیال ہے کہ مسلمانوں کے معاملات کی وکالت کے لئے ایک بلند پایہ انگریزی اخبار بھی ضروری ہے' جس سے ملت کی آواز میں طاقت اور اثر پیدا ہو۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلم والیان ریاست نے مسئلے کی اہمیت نہیں سمجھی اور نہ انہیں خطرات کا احساس ہوا۔ ان کی تنگ نظری' پست خیالی اور خود غرضی کے وہ بہت شاکی تھے"۔ (۱۸)

مولانا سید ابو الحسن ندویؒ (۱۱ محرم ۱۳۳۳ھ۔ ۲۲ رمضان ۱۴۲۰ھ/جنوری ۱۹۱۴ء - ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء' رائے بریلی' یوپی' ہند) خدمات اقبالؒ کے حوالہ سے رقمطراز ہیں:۔

"بانگِ درا' سن ۱۹۲۴ء میں منظر عام پر آئی اور جب سے اب تک اردو کے افق پر اس کا ستارہ غروب نہیں ہوا' نہ اس کی آواز صدائے صحرا۔ اس کی اشاعت کے بعد کا دور ان کی وفات تک فکری پختگی اور دائرہ علم کی وسعت و بیکرانی کے لئے مشہور ہے۔ اسی دور میں ان کے نصب العین اور دعوت و پیغام میں وضاحت اور قطعیت پیدا ہوئی اور ان کے فارسی مجموعۂ کلام سامنے آئے۔

انہوں نے فارسی کو اپنے اظہار خیال کے لئے اس لئے ترجیح دی کہ اردو کے مقابلے میں اس کا دائرہ وسیع تھا۔ اور عربی کے بعد عالم اسلامی کی وہ دوسری زبان کا درجہ رکھتی تھی۔ ایران و افغانستان کی تو وہ مادری زبان ہی تھی' اور اب بھی ہندو بیرون ہند میں اس کے ذوق آشنا بہت ہیں' اور اس کا اثر ترکستان' روس اور ترکی تک پھیلا ہوا ہے۔

اس دور میں ان کے اردو مجموعوں کے علاوہ فارسی میں "اسرار خودی" و "رموز بیخودی" "پیام مشرق" "زبور عجم" "جاوید نامہ" "پس چہ باید کرد' مسافر" شائع ہوئیں۔ مدراس لیکچرز (تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ) اور کیمبرج کے لیکچر اس کے بعد شائع ہوئے۔ جن پر اہل ادب اور ارباب مذہب و فلسفہ نے یکساں طور پر توجہ کی اور ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور متعدد زبانوں میں ان کا ترجمہ ہوا۔ نکلسن نے اسرار' رموز' کا انگریزی ترجمہ کیا۔ اور جرمنی و اطالیہ میں ان کے شعر و پیام پر غوروفکر کے لئے ان کے نام سے اکیڈیمیاں قائم ہوئیں۔

۱۹۳۰ء میں الہ آباد میں " مسلم لیگ" کے اجلاس کے خطبہ صدارت میں انہوں نے پہلی بار پاکستان کا نظریہ پیش کیا۔ اور پنجاب کی "مجلس قانون ساز" کے ممبر منتخب ہوئے۔ اور ۳۱-۱۹۳۰ء کی گول میز کانفرنس میں مسلمانوں کی نمائندگی کی۔

لندن میں انہیں فرانس' اسپین اور اٹلی کی حکومتوں نے ملکی دورے کی دعوت دی۔ چنانچہ آپ مؤخر الذکر دونوں ملکوں کی دعوت پر گئے اور میڈریڈ میں "اسلامی آرٹ" پر چند خطبات دیئے۔ مسلمانوں کی صدیوں کی جلاوطنی کے بعد مسجد قرطبہ میں پہلی بار نماز پڑھی۔ اور عربوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کے اقبال رفتہ کی یاد میں آٹھ آٹھ آنسو روئے اور دل کے پھپھولے پھوڑے۔ اقبال نے اپنی نظم میں اپنے احساسات اور سچے جذبات کا ایسا نقشہ کھینچا ہے' جس میں اسلامی اندلس کی تہذیبی روح' اور اس کے ماضی کا عطر کھنچ آیا ہے"۔(۱۹)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اسی تسلسل میں اقبال کی یورپ میں مصروفیات نیز سفر بیت المقدس و افغانستان کا تذکرہ کرتے ہوئے مزید رقمطراز ہیں:۔

"اسپین میں اقبال کا پرجوش استقبال ہوا تھا۔ اسی طرح اٹلی میں بھی موسولینی نے بھی ان کی پذیرائی کی جو ان کی کتابیں پڑھے ہوئے اور ان کے فلسفہ سے واقف تھا۔ اس لئے دیر تک آپس میں گفتگو ہوتی رہی۔

حکومت فرانس نے ان کو شمالی افریقہ کے مستعمرات کی سیر اور پیرس کی مسجد آنے کی دعوت دی' لیکن غیرت مند مسلمان شاعر نے دعوت کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ "یہ تو دمشق کی دردناک تباہی کی حقیر قیمت ہے"۔

یورپ کے دوران قیام انکے دوستوں اور قدردانوں نے ' کیمبرج' روم' سوربون' مڈریڈ

یونیورسٹی' اور "رومن رائل سوسائٹی" نے ان کے اعزاز میں جلسے کئے۔ واپسی میں آپ بیت المقدس کی "مؤتمر اسلامی" میں شریک ہوئے۔ اور اثنائے راہ میں اپنی پر اثر نظم "ذوق و شوق" کہی۔

۱۹۳۲ء میں شاہ نادر خان شہیدؒ کی دعوت پر اس علمی وفد کے ساتھ افغانستان گئے جس میں سر راس مسعود اور علامہ سید سلمان ندویؒ بھی شریک تھے۔ بادشاہ نے بہت اخلاص کے ساتھ رازدارانہ گفتگو کی اور اپنا دل کھول کر رکھ دیا۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ دیر تک گفتگو کرتے اور روتے رہے۔ سلطان محمود غزنویؒ اور حکیم سنائی کے مزار پر پہنچ کر ان کا جذبۂ بے اختیار پھر اشک حسرت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ جس نے نظم کا لباس پہنا۔ اس سفر کے تاثرات "مسافر،، میں جھلکتے ہیں"۔ (۲۰)

وفات اقبال کی تصویر کشی کرتے ہوئے ابو الحسن ندویؒ رقمطراز ہیں:۔

"اقبال عرصے سے طرح طرح کے امراض و عوارض کا شکار چلے آ رہے تھے۔ بالآخر ان کی صحت نے جواب دیدیا اور وہ صاحب فراش ہو گئے۔ لیکن اس حال میں بھی شعر گوئی' تصانیف اور ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ان دنوں کے مشاغل میں قومیت کے نظریہ کی تردید ان کی تحریروں کا بہت نمایاں حصہ ہے۔ انہی دنوں آپ نے یہ قطعہ کہا تھا:۔

بہشتے بہر پاکان حرم است
بہشتے بہر ارباب ہمم است
بگو ہندی مسلماں را کہ خوش باش
بہشتے فی سبیل اللہ ہم است

اور اپنی وفات سے دس منٹ پہلے وہ قطعہ کہا جو شوق و حسرت کا بیان اور ان کی زندگی کا ترجمان ہے:۔

سرودے رفتہ باز آید کہ ناید
نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگار ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

اور پھر اپنا آخری لافانی شعر کہا:-

نشان مرد مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

یہ آخری دلیل تھی جو انہوں نے صداقت اسلام' اور مومن کے ایمان و یقین پر قائم کی۔ اور اپنے بوڑھے وفادار خادم کی گود میں آخری سانس لی۔ اور عالم اسلامی میں پھیلے ہوئے دوستوں' شاگردوں اور قدردانوں سے منہ موڑ کر ' اور ان کو سوگوار چھوڑ کر ' دین و ادب کا آفتاب عظمت و اقبال جس نے دلوں کو حرکت و حرارت'روشنی اور گرمی عطا کی تھی' ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کا آفتاب نکلنے سے پہلے غروب ہو گیا"۔ (۲۱)

مفکر اسلام مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ (۱۹۰۳ء-۱۹۷۹ء' مدفون لاہور) جن کی شہرہ آفاق تفسیر "تفہیم القرآن" اور سو سے زائد علمی و دینی تصانیف نیز تحریک اسلامی نے برصغیر و عالم عرب و اسلام کے لاکھوں مسلمانوں کو متاثر کیا ہے' علامہ اقبال کی وفات (۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء' لاہور) کے بعد ایک تفصیلی مضمون (مطبوعہ "جوہر" دہلی) میں یوں رقمطراز ہیں:-

اقبال کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ وہ فقط اعتقادی مسلمان تھے' عمل سے ان کو کچھ سروکار نہ تھا۔ اس بدگمانی کے پیدا کرنے میں خود ان کی افتاد طبع کا بھی کچھ دخل ہے۔ ان میں کچھ فرقہ ملامتیہ کے سے میلانات تھے جن کی بناء پر اپنی رندی کے اشتہار دینے میں انہیں کچھ مزہ آتا تھا۔ ورنہ درحقیقت وہ اتنے بے عمل نہ تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت سے ان کو خاصا شغف تھا اور صبح کے وقت بڑی خوش الحانی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ مگر اخیر زمانہ میں طبیعت کی رقت کا یہ حال ہو گیا تھا کہ تلاوت کے دوران روتے روتے ہچکیاں بندھ جاتی تھیں اور مسلسل پڑھ ہی نہ سکتے تھے۔ نماز بھی بڑے خشوع و خضوع سے پڑھتے تھے' مگر چھپ کر۔ ظاہر میں یہی اعلان تھا کہ نرا گفتار کا غازی ہوں"۔ (۲۲)

اقبال کے تعلق بالقرآن کے حوالہ سے سید مودودی فرماتے ہیں:-

"مغربی تعلیم و تہذیب کے سمندر میں قدم رکھتے وقت وہ جتنا مسلمان تھا' اس کے منجدھار میں پہنچ کر اس سے زیادہ مسلمان پایا گیا۔ یہاں تک کہ اس کی تہہ میں جب پہنچا تو

دنیا نے دیکھا کہ وہ قرآن میں گم ہو چکا ہے۔ اور قرآن سے الگ اس کا کوئی وجود باقی نہیں رہا۔ وہ جو کچھ سوچتا تھا' قرآن کے دماغ سے سوچتا تھا۔ وہ جو کچھ دیکھتا تھا' قرآن کی نظر سے دیکھتا تھا۔ حقیقت اور قرآن اس کے نزدیک شے واحد تھے۔ اور اس شے واحد میں وہ اس طرح فنا ہو گیا تھا کہ اس دور کے علماء دین میں بھی مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو فنائیت فی القرآن میں اس امام فلسفہ اور اس ایم اے پی ایچ ڈی بار ایٹ لاء سے لگا کھاتا ہو۔

بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ آخری دور میں اقبال نے تمام کتابوں کو الگ کر دیا تھا اور سوائے قرآن کے کوئی کتاب وہ اپنے سامنے نہ رکھتے تھے۔ سالہا سال تک علوم و فنون کے دفتروں میں غرق رہنے کے بعد جس نتیجے پر پہنچے تھے' وہ یہ تھا کہ اصل علم قرآن ہے۔ اور یہ جس کے ہاتھ آ جائے' وہ دنیا کی تمام کتابوں سے بے نیاز ہے"۔ (۲۳)

اقبال کی شدت ایمان بالحدیث کے حوالہ سے سید مودودی بیان فرماتے ہیں:-

"حدیث کی جن باتوں پر نئے تعلیم یافتہ نہیں' پرانے مولوی تک کان کھڑے کرتے ہیں اور پہلو بدل بدل کر تاویلیں کرنے لگتے ہیں' یہ ڈاکٹر آف فلاسفی ان کے ٹھیٹھ لفظی مفہوم پر ایمان رکھتا تھا۔ اور ایسی کوئی حدیث سن کر ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے دل میں شک کا گزر نہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے ان کے سامنے بڑے اچنبھے کے انداز میں اس حدیث کا ذکر کیا جس میں بیان ہوا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب ثلاثہؓ کے ساتھ کوہ احد پر تشریف رکھتے تھے۔ اتنے میں احد لرزنے لگا۔ اور حضورؐ نے فرمایا کہ: ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہیدوں کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس پر پہاڑ ساکن ہو گیا۔

اقبال نے حدیث سنتے ہی کہا:- اس میں اچنبھے کی کون سی بات ہے؟ میں اس کو استعارہ و مجاز نہیں بلکہ ایک مادی حقیقت سمجھتا ہوں۔اور میرے نزدیک اس کے لئے کسی تاویل کی حاجت نہیں۔ اگر تم حقائق سے آگاہ ہوتے تو تمہیں معلوم ہوتا کہ ایک نبی کے نیچے آ کر مادے کے بڑے سے بڑے تودے بھی لرز اٹھتے ہیں' مجازی طور پر نہیں' واقعی لرز اٹھتے ہیں"۔(۲۴)

اقبال کی نظر میں مقام شریعت و احکام شریعت کی مثال دیتے ہوئے مولانا مودودی

رقمطراز ہیں:۔

"اسلامی شریعت کے جن احکام کو بہت سے روشن خیال حضرات فرسودہ اور بوسیدہ قوانین سمجھتے ہیں اور جن پر اعتقاد رکھنا ان کے نزدیک ایسی تاریک خیالی ہے کہ مہذب سوسائٹی میں اس کی تائید کرنا ایک تعلیم یافتہ آدمی کے لئے ڈوب مرنے سے زیادہ بدتر ہے' اقبال نہ صرف ان کو مانتا اور ان پر عمل کرتا تھا' بلکہ برملا ان کی حمایت کرتا تھا۔ اور اس کو کسی کے سامنے ان کی تائید کرنے میں باک نہ تھا۔ اس کی ایک معمولی مثال سن لیجئے:۔

ایک مرتبہ حکومت ہند نے ان کو جنوبی افریقہ میں اپنا ایجنٹ بنا کر بھیجنا چاہا اور یہ عہدہ ان کے سامنے پیش کیا۔ مگر شرط یہ تھی کہ وہ اپنی بیوی کو پردہ نہ کرائیں گے اور سرکاری تقریبات میں لیڈی اقبال کو ساتھ لیکر شریک ہوا کریں گے۔ اقبال نے اس شرط کے ساتھ یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور خود لارڈ ولنگڈن سے کہا کہ میں بے شک ایک گنہگار آدمی ہوں' احکام اسلامی کی پابندی میں بہت کوتاہیاں مجھ سے ہوتی ہیں' مگر اتنی ذلت اختیار نہیں کر سکتا کہ محض آپ کا ایک عہدہ حاصل کرنے کے لئے شریعت کے حکم کو توڑ دوں"۔ (۲۵)

برصغیر کے جلیل القدر ماہر تعلیم و محقق' ادیب و نقاد' پروفیسر رشید احمد صدیقی (سابق وائس چانسلر' علیگڑھ مسلم یونیورسٹی' ہند) اختصار و جامعیت کے ساتھ اقبال کے بارے میں یوں محو کلام ہیں:۔

"اقبال کا کلام ہمارے لئے اس صدی کا علم کلام ہے۔ جو ایک نامعلوم اور طویل مدت تک تازہ کار رہے گا۔ اس لئے کہ وہ ایک عظیم شاعری میں ڈھل چکا ہے۔ اسلامی عقائد' شعائر اور روایات کی جس عالمانہ' عارفانہ اور شاعرانہ انداز سے اپنے بے مثل کلام میں اقبال نے وکالت کی ہے' اس سے مسلم معاشرہ حیرت انگیز طور پر متاثر ہوا ہے۔ ایسی صحت مند اور بامقصد بیداری کا امتیاز شاید ہی کسی اور عہد کے علم کلام کے حصہ میں آیا ہو۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مذہبی کتب کے براہ راست مطالعہ سے بعض طبائع اور اذہان اتنے متاثر نہیں ہوتے' جتنا ان حقائق کو اقبال کے کلام میں مطالعہ کر کے مطمئن ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ اقبال کے مشہور لیکچرز "اسلام کی تشکیل نو" میں جو باتیں کہی گئی ہیں' ان

کو جہاں تہاں تسلیم کرنے میں اکثر علماء کو تامل ہوا ہے' لیکن انہی حقائق کو اقبال کی شاعری میں سن یا پڑھ کر بے ساختہ قائل ہو جاتے ہیں' اس طرح جیسے وہ تمام نکتے اپنے تمام معارف و بصائر کے ساتھ براہ راست ان پر منکشف ہو گئے ہوں"۔(۲۶)

خلاصہ و نتیجہ کلام اکابر عرب و عجم بحوالہ اقبال

عرب و عجم میں مقام اقبال کے حوالہ سے درج شدہ اقوال و تفاصیل و دیگر متعلقہ معلومات سے درج ذیل خلاصہ و نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے:۔

۱۔ اقبال قرآن و سنت و شریعت ' اجماع صحابہؓ و عقائد" اہل سنت والجماعت" پر ایمان کامل رکھنے والا ایک سنی العقیدہ مسلمان ہے۔ جس نے سیدنا ابو بکر و عمر و عثمان و علی نیز دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ سیدہ فاطمہؓ و دیگر اہل بیت نبیؐ و علیؓ کے بارے میں بھی ایسی شاندار نظمیں اور اشعار کہے ہیں جن کی مثال خود شعرائے اہل تشیع کے ہاں بھی مفقود و معدوم اور عقیدت و مدح اہل بیتؓ میں سنی اقبال کی عظمت و برتری کی روشن دلیل ہے۔

۲۔ اقبال کی حیات مستعار کا مرکز و محور مطالعہ قرآن و عشق رسولؐ ہے۔ اور وہ تقویٰ کا دعویدار نہ ہوتے ہوئے' نیز نمائش عبادت سے اجتناب کے باوجود' نماز و قرآن سے شغف رکھنے والا عظیم مسلمان ہے۔

۳۔ اقبال' جملہ انبیاء و مرسلینؑ ' صحابہؓ و تابعینؒ ' اولیاء و صالحینؒ اور امراء و مجاہدین اسلام کا عقیدت مند و خوشہ چین ہے۔ وہ "مصلحت در دین ما جنگ و شکوہ۔ مصلحت در دین عیسیٰ غار و کوہ" کا قائل ' کار زار حیات میں مصروف جہاد' اسلامی تصوف و روحانیت کا مؤید و ہمنوا' فلسفہ خودی کا ترجمان اور وحدت امّت و اتحاد عالم اسلام کا حدی خواں نیز تجدید دین و احیائے خلافت کا علمبردار ہے۔

۴۔ اقبال عربی' فارسی' اردو' پنجابی' انگریزی اور جرمن زبانوں کا عالم و عارف' "جامعہ میونخ" سے "فارس میں فلسفہ ما بعد الطبیعات" کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کا حامل' علوم قدیمہ و

جدیدہ، عقلیہ و نقلیہ، فلسفہ و تصوف اور شعر و ادب کے وسیع ذخائر سے فیض یاب و سیراب، منفرد و نادرالمثال ہے۔ اقبال کا جرمن مقالہ پی ایچ ڈی، انگریزی خطبات بعنوان "تجدید فکر دینی در اسلام" "کتاب الاقتصاد" "اسلام اور احمدیت" نیز دیگر خطبات و تحریرات اس کے افکار و رجحانات کے مؤثر ترجمان ہیں۔ مگر اقبال کی بلاد عرب و عجم و شرق و غرب میں لازوال و بیمثال شہرت و مقبولیت اس کے اردو فارسی کلام منظوم کی مرہون منت ہے۔ جس کے سب علماء و مفکرین، ادباء و محققین نیز عامتہ المسلمین پورے عالم عرب و اسلام میں معترف و معتقد ہیں۔ نیز برصغیر و مشرق و مغرب کے غیر مسلم اہل فکر و نظر بھی اس سے استفادہ کرنے والے اور اس کے خوشہ چیں ہیں۔

۵- اردو فارسی کلام اقبال (بانگ درا، ضرب کلیم، اسرار خودی، رموز بیخودی، پس چہ باید کرد اے اقوام شرق، پیام مشرق، زبور عجم، جاوید نامہ وغیرہ) روح قرآن و سنت، شریعت و طریقت اور تاریخ و تصوف اسلام کا ترجمان ہے۔ نیز عطار و رومی و رازی و غزالی، سعدی و ہجویری و اجمیری و ابدالی، مجدد الف ثانی، اورنگ زیب، شاہ ولی اللہ دہلوی نیز ایوبی و غزنوی، سراج الدولہ و ٹیپو سلطان جیسے لا تعداد اکابر امتؒ و مجاہدین اسلامؒ کی مختلف النوع روایات فکر و عمل کا تسلسل و تکملہ ہے۔ اور اسلامی معیشت و معاشرت، سیاست و ثقافت نیز دیگر شعبہ حیات میں رجوع الی الاسلام کا پیغام ہے۔

۷- اقبال، مصور پاکستان، مفکر اسلام و عالم اسلام، شاعر مشرق وانسانیت ہے۔ اور فکر و فلسفہ اقبال، فکر و فلسفہ اسلام ہے۔ نیز شعر اقبال، کمال فن و محاسن ادبیہ کا ترجمان ہے۔ اور اس بناء پر عالم اسلام و انسانیت بالخصوص عرب و عجم میں اقبال کا لاثانی و منفرد مقام ہے۔ جس کے اعتبار و اعتراف اور تجلیل و تعظیم میں اکابر عرب و عجم یک زبان ہیں۔ مثلاً عباس محمود العقاد، طہ حسین، عبدالوہاب عزام، احمد حسن الزیات، محمد حسین ہیکل، مرتضی مطہری، علی خامنہ ای، علی شریعتی، مولانا منہاج الدین، استاذ خلیل اللہ خلیلی، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، مولانا ابو الاعلی مودودی، ڈاکٹر رشید احمد صدیقی، و صدہا دیگر اکابر عرب و عجم۔ ثم تائید و تحسین منجانب صدہا ملایین مسلمانان د غیر مسلمانان۔ و خلاصۃ الاقوال فیہ:-

اقبال فیلسوف، سیاستمدار، مجاہد، محقق، عارف، اسلام شناس، شاعر۔

اقبال، مرد دین و دنیا، ایمان و دانش، عقل و احساس، فلسفه و ادب، عرفان و سیاست، خدا و مردم، پرستش و جهاد، عقیده و فرهنگ، مرد دیروز و امروز، پارسای شب و شیر روز بود۔

OOO

حواشی

۱- عباس محمود العقاد، فریضة انسانیة، ص ۵، کتاب "إقبال العرب علی دراسات إقبال" جمع و اختیار و تقدیم: الدکتور ظهور احمد اظهر، المکتبة العلمیة، لاهور، نومبر ۱۹۷۷م/ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ۔

۲- الدکتور طه حسین، اقبال و ابو العلاء المعری، ص ۳۱ "إقبال العرب علی دراسات اقبال" للدکتور ظهور احمد أظهر، المکتبة العلمیة لاهور، ۱۹۷۷م۔

۳- نفس المرجع، ص ۳۸-۳۹۔

۴- الاستاذ احمد حسن الزیات، تحیة لذکری إقبال، ص ۲۷، فی الکتاب "اقبال العرب علی دراسات اقبال" للدکتور ظهور احمد اظهر، المکتبة العلمیة، لاهور، ۱۹۷۷م۔

۵- نفس المرجع، ص ۲۸-۲۹۔

۶- دکتور محمد حسین هیکل، إقبال شاعر الاسلام، ص ۷-۸، فی "إقبال العرب علی دراسات إقبال، للدکتور ظهور احمد اظهر، المکتبة العلمیة، لاهور، ۱۹۷۷م۔

۷- مذکورہ عرب علماء و فضلاء و شعراء و ادباء کے مقالات و منظومات کے لئے ملاحظہ ہو: (۱) "اقبال العرب علی دراسات اقبال" جمع و اختیار و تقدیم: الدکتور ظهور احمد اظهر، المکتبة العلمیة، لاهور، نوفمبر ۱۹۷۷ء۔

(۲) "اقبال عرب شعراء کی نظر میں" جمع و تحقیق و ترجمہ: ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، مطبعۃ المکتبۃ العلمیۃ، لیک روڈ لاہور، نومبر ۱۹۷۷ء۔

۸- سید مرتضٰی مطہری، نہضت ہای اسلامی در صد سالہ اخیر، اردو ترجمہ از ڈاکٹر ناصر حسین نقوی بعنوان "بیسویں صدی کی اسلامی تحریکیں" ص ۷۳، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، راولپنڈی نومبر ۱۹۸۰ء۔

۹- سید علی خامنہ ای "اقبال ستارہ بلند شرق" ص۵، اقبال اکادمی، پاکستان، ۱۹۹۴ء۔

۱۰- دکتر علی شریعتی، ما و اقبال، پیش گفتار ص ۸۔

۱۱- دکتر علی شریعتی، ما و اقبال، ص۹

۱۲- دکتر علی شریعتی، ما و اقبال، ص۱۱-۱۲، مقال بعنوان "اقبال مصلح قرن اخیر" سخنرانی کنگرہ بزرگداشت

اقبال' حسینیہ ارشاد (مجموعہ آثار شمارہ ۵) تیراز' انتشارات الہام' دفتر تدوین و انتشار مجموعہ آثار برادر شہید علی شریعتی در اروپا۔

۱۳- علی شریعتی' ما و اقبال' ۲۸۔

۱۴- علی شریعتی' ما و اقبال' ۱۶۔

۱۵- علی شریعتی' ما و اقبال' ۱۴۔

۱۶- ڈاکٹر سید محمد اکرم "اکرام" اقبال اور ملی تشخص' تیرھواں باب - فارسی زبان' ص ۳۲۶' بزم اقبال' لاہور' بہ اشتراک شعبہ اقبالیات' پنجاب یونیورسٹی' مطبوعات بسلسلہ گولڈن جوبلی' اکتوبر ۱۹۹۸ء۔

۱۷- دکتر سید محمد اکرم "اکرام" اقبال و جہان فارسی' ص ۳۱۰' مقال "تاریخ بروایت اشکہا و خونہا (مجموعہ شعر استاذ خلیل اللہ خلیلی)' ناشر: شعبہ اقبالیات دانشگاہ پنجاب' لاہور' ۱۹۹۹ء۔

۱۸- سید ابو الحسن علی ندوی' نقوش اقبال ' اردو ترجمہ "روائع اقبال" از شمس تبریز خان (مقالہ بعنوان: میرا تعلق اقبال اور انکے فن سے) ص ۳۴-۳۶' مطبوعہ مجلس نشریات اسلام' کراچی' برائے سروسز بک کلب' ۱۹۸۸ء۔

۱۹- ابو الحسن ندوی' نقوش اقبال (مقالہ "شاعر اسلام' اقبال - حیات و خدمات" ص ۴۷-۴۸)۔

۲۰- ابو الحسن ندوی' نقوش اقبال' ص ۴۸-۴۹ (مقالہ "شاعر اسلام اقبال- حیات و خدمات")

۲۱- ابو الحسن ندوی' نقوش اقبال' ص ۴۹-۵۰ (مقالہ "شاعر اسلام اقبال - حیات و خدمات"۔ یہ مقالہ ۱۹۵۱ء میں سعودی ریڈیو سے نشر ہوا تھا)۔

۲۲- سید ابو الاعلی مودودی' مضمون بعنوان "بہت کو لوگوں کو معلوم ہے" مطبوعہ رسالہ "جوہر" دہلی' ۱۹۳۸ء' ثم مطبوعہ ہفت روزہ "آتش فشاں" لاہور' جلد ۷' شمارہ ۲۱' نومبر ۱۹۷۹ء' ص ۶۲۔

۲۳- ابو الاعلی مودودی "بہت کم لوگوں کو معلوم ہے" مضمون ' مطبوعہ (" جوہر" دہلی ۱۹۳۸ء) "آتش فشاں" لاہور' نومبر ۱۹۷۹ء' ص ۶۲۔

۲۴- ابو الاعلی مودودی "بہت کم لوگوں کو معلوم ہے" مضمون ' مطبوعہ (" جوہر" دہلی ۱۹۳۸ء) "آتش فشاں" لاہور' نومبر ۱۹۷۹ء' ص ۶۲۔

۲۵- ابو الاعلی مودودی "بہت کم لوگوں کو معلوم ہے" مضمون ' مطبوعہ (" جوہر" دہلی ۱۹۳۸ء) "آتش فشاں" لاہور' نومبر ۱۹۷۹ء' ص ۶۲۔

۲۶- پروفیسر رشید احمد صدیقی' مقدمہ "نقوش اقبال" طبع دوم' ص ۲۱-۲۲' مجلس نشریات اسلام' کراچی ' ۱۹۸۸ء۔

☆☆☆